کربلا کے آخری شہید
حضرت سوید بن عمرو خثعمیؑ

علامہ سید مجتبیٰ حسن صاحب قبلہ کاموںپوری

تعارف

اس سلسلہ کا پہلا رسالہ، قاصد تحریک کربلا حضرت سلیمان شہید بصرہ کے حال میں شائع ہوا ہے، جو واقعہ کربلا کے سلسلہ میں سب سے پہلے شہید تھے۔ اور یہ دوسرا رسالہ کربلا کے آخری شہید حضرت سوید بن عمرو خثعمی کے حالات میں پیش کیا جارہا ہے۔ اس سلسلہ کے تمام رسائل اسی طرح یکے بعد دیگرے انشاءاللہ برابر شائع ہوتے رہیں گے۔

ہم علامہ سید ڈاکٹر مجتبیٰ حسن صاحب قبلہ کاموںپوری دام ظلہ کے انتہائی ممنون ہیں کہ انھوں نے تمام شہدائے کربلاؑ پر ایک ایک رسالہ تحریر فرمادینے کا وعدہ فرمالیا ہے جو ایک اہم ترین دینی خدمت ہے۔ انشاءاللہ ان کو اس دینی نصرت کا اجر بے حساب درگاہِ احدیث میں عطا ہوگا۔

یقین ہے کہ افراد ملت ان رسائل کی کثیر سے کثیر تعداد خرید فرماکر ''یوم عاشور'' غیر اقوام میں مفت تقسیم کریں گے اور رضائے الٰہی کا شرف حاصل فرمائیں گے۔

الداعی الخیر
سید حسین نقوی عفی عنہ
آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

محرم الحرام ۱۳۷۹ء

شمع کربلا کا آخری پروانہ

حضرت سوید بن عمرو خثعمی کا شہادت امامؑ کے بعد حیرت انگیز کارنامہ

نسب: بنی قحطان کے قبیلہ ''بنی کہلان بن سبا'' کے ہاتھ میں عرصہ تک یمن کی حکومت رہی ہے۔ یہ قبیلہ خوب پھلا اور پھولا اور اس کی گیارہ شاخیں: ازو، طے، مذحج، ہمدان، کندہ، مراد، جذام، اشعر، عاملہ، انمار خوب برگ وبار لائیں۔ ان میں سے قبیلہ ''انمار'' (جس کا سلسلہ اراش بن عمر بن غوث بن بنت مالک بن زید بن کہلان تک پہنچتا ہے) دوحصوں میں تقسیم ہوگیا:۔

۱۔ بجیلہ۔ جویر بن عبداللہ بجلی صحابی اسی شاخ سے ہیں۔

۲۔ دوسری شاخ ''خثعم'' ہے۔

سوید بن عمر، بن ابی ''مطاع'' اسی شاخ سے ہیں۔ زیارت ''رجبیہ'' میں ان پر سلام کے موقع پر ''سوید مولی شاکر'' لکھا ہے۔ بعض مقاتل درجال میں ''سوید بن ابی مطاع انماری خثعمی'' ہے اور بعض میں عمرو بن مطاع اور بعض میں عمرو بن ابی مطاع ہے۔

زندگی کی دلچسپیاں: حضرت سوید کربلا کے آخری شہید ہیں۔ معرفت وزہد، عبادت وریاضت، شرافت نسل کے اعتبار سے انہیں اپنے زمانے میں کافی شہرت حاصل تھی۔ عمر بھی کافی گذر چکی تھی۔ فنِ جنگ کے ماہر تھے۔ مختلف لڑائیوں میں ان کی

قوت ارادی کے اثرات پائے جاتے ہیں۔

پیرانہ سالی، گوشہ نشینی اور ذوق عبادت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ہنگامۂ زندگی سے دور پڑے رہیں ۔ سپاہیانہ زندگی میں تیغ آزمائی کے حوصلے خوب نکالے ہوں گے ۔ اب بڑھاپا ہے ۔ قناعت سے سروکار ہوگا۔ یادِالٰہی میں سارا وقت گزرتا ہوگا۔ اللہ سے لولگی ہوگی۔ سکون، خاموشی، محاسبۂ نفس، تسبیح وتحلیل، رکوع وسجود، عشق ومعرفت کی دنیا آباد ہوگی۔

اسلامی جہادوں میں شرکت کے معنی تو یہ ہیں کہ ان کا نقطۂ عبادت بلند ہوگا اور وہ صرف سجدہ ریزی وجبیں سائی ہی کو عبادت کی معراج نہ سمجھتے ہوں گے، بلکہ سجدوں کے جو تقاضے ہیں وہ بھی ان کے سامنے ہوں گے۔ ان کی نظر میں عبادت کے وسیع معنی ہوں گے ۔ ان سے یہ مخفی نہ ہوگا کہ بغیر معرفت، بغیر تعمیری و اصلاحی جدوجہد کے عبادت ایک جسمانی ورزش تو ہوسکتی ہے لیکن اس سے نہ دل کے کنول روشن ہوتے ہیں، نہ زندگی میں توانائی پیدا ہوسکتی ہے، نہ مقصد زندگی سے والہانہ محبت ہوتی ہے ۔ جناب سویدؓ کو علم ہوگا کہ محمدؐ وآل محمدؐ فلسفۂ اسلام کے حقیقی نکتہ داں ہیں۔ معرفت الٰہی کے رازداں ہیں۔

بنی امیہ کا مادی نصب العین، سچائی، روحانیت، پاکیزہ زندگی اسلام کے آفاقی تعلقات میں جس قدر رکاوٹیں ڈال رہا تھا۔ اس کی ان کو پوری اطلاع ہوگی۔ ان کی توجہ اس ماحول کا جائزہ لینے سے غافل نہ ہوگی جو اموی دورحکومت نے خدا اور اس کے اعلیٰ قوانین کے خلاف قائم کررکھا تھا۔ ان کا دل کڑھتا ہوگا کہ اعلیٰ قانون شریعت کے نفاذ کے لئے ابھی حکومت قائم نہ ہوسکی اور انسان ابھی 'من وتو' امیر وغریب' عرب وعجم کی تمیز میں مبتلا ہے ۔ جب وہ محراب عبادت سے نکلتے ہوں گے اور چنگ ورباب، بربط ونے، رقص وسرود، شراب ونبیز کی دنیا پر ان کی نظر پڑتی ہوگی ۔ حقوق ومعاملات میں حکومت وعوام کی بے پرواہی دیکھتے ہوں گے تو ان کا دل رنج وغم سے بھر جاتا ہوگا۔

امید کی ایک کرن:۔ جب ۶۰ھ میں انہیں معاویہ کے انتقال کی خبر ملی ہوگی اور ان کے کان میں یہ آواز آئی ہوگی کہ ماحول کی صدہا خرابیوں کے باوجود عوام یزید کو کسی طرح برداشت کرنے پر راضی نہیں ہیں اور ملک کے مختلف حصوں میں ایک عام بیزاری کا اظہار ہو رہا ہے۔ اس وقت جناب سویدؓ کو امید کی ایک کرن نظر آئی ہوگی، اور روشن مستقبل کا تصور جگمگا گیا ہوگا۔

جب ان کو یہ معلوم ہوا ہوگا کہ اسلام کے وارث حقیقی کی طرف امت کی نگاہ اٹھ رہی ہے اور ملک کی عام بیداری کا مطلع روشن نظر آرہا ہے، انہیں خوشی ہوئی ہوگی کہ تجدید ملت کا دور شروع ہوگیا ۔ عوام میں نیکی اور رشد و ہدایت کی تشنگی پیدا ہوگئی اور ارباب خیر وصلاح کی زنجیر در کھٹکھٹائی جارہی ہے ۔ انہیں ایسے ماحول کی تعمیر کی توقع ہوگئی ہوگی، جس میں نگاہ جہاں بھی پڑے گی گلشن رضائے الٰہی ہرا بھرا نظر آئے گا۔

مایوسی کے بادل:۔ لیکن ان کو جب یہ معلوم ہوا ہوگا کہ حکومت نے ایک اور کروٹ لی ہے، عوام کی آواز پوری طاقت سے دبائی جائے گی اور عہدہ ومنصب ووظیفہ وانعام کے لالچ سے ضمیر کا دہن سی دیا جائے گا، تو پھر مایوسی کے بادل دل پر چھا گئے ہوں گے، انہیں محسوس ہوگیا ہوگا کہ اب مادی نظام زندگی زیادہ عریانی کے ساتھ سامنے لایا جائے گا۔ حکومت کی طرف سے اپنے استحکام کے لئے ہر جائز وناجائز کوشش جاری دیکھ کر، اور یہ دیکھ کر وہ بہت کڑھتے ہوں گے کہ یہ سعی ہے کہ سچائی کی آخری شمع بھی گل کردی جائے اور علمبردار حریت وانسانیت سے زمین خالی کردی جائے تاکہ مطلق العنان خواہشوں اور لذتوں کی تکمیل پر کوئی انگشت نمائی نہ کرسکے، یعنی امام حسینؑ کی زندگی کا چراغ بجھا دیا جائے گا۔

ولولۂ شہادت:۔ اسلامی تاریخ میں ایسے افراد بھی ملتے ہیں جن کے دل میں یہ حسرت چٹکی لیتی تھی کہ ہم اس وقت نہ ہوئے جب اسلام کی بنیاد رکھی گئی، تاکہ ہم بھی اپنی خدمات پیش کرتے اور جاودانی عزت حاصل کرلیتے۔

اب جیسا کہ امام حسینؑ نے اسلام کی تعمیر نو کا بیڑا اٹھایا ہے

اور دوبارہ اسلام کے نیم جان جسم میں تازہ روح پھونکنے کا عزم کیا ہے، ان ارباب عزم کے لئے ایک شاندار موقع پیدا ہو گیا کہ وہ اپنی حسرت وآرزو کے بہترین تقاضوں کو پورا کریں۔

امام حسینؑ کے ساتھ جو مختصر سی جماعت ہے، امامؑ کو اس کا تعاون انہیں نفسیات کے زیر اثر حاصل ہے۔

کیا جناب بریر بن خضیر نے امامؑ سے یہ نہیں کہا ''فرزند رسولؐ خدا! نے آپ کے ذریعہ سے ہم پر احسان کیا ہے کہ ہم کو موقع دیا کہ ہم آپ کے سامنے جہاد کریں۔ اور آپ کی پیروی میں ہمارے اعضا ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں''۔

عبداللہ بن عمر جناب کلبی کو جو تصورات کربلا میں کھینچ لائے وہ ان کے الفاظ سے ظاہر ہیں:۔

''بخدا میری دلی آرزو تھی کہ میں مشرکوں سے جہاد کروں، میرا خیال ہے کہ اجر کے لحاظ سے ان لوگوں سے جہاد مشرکوں کے جہاد سے کسی طرح کم نہیں ہے جو فرزند بنت رسولؐ سے جنگ کر رہے ہیں۔''

کچھ ایسے ہی تصورات جناب سوید بن عمرو کے بھی ہوں گے۔ اگرچہ ان کی زندگی عبادت و زہد اور بعض جہادوں میں شرکت کے شرف سے آراستہ ہے، لیکن ان کی یہ بڑی مسرت ہوگی کہ زندگی کا وہ حصہ جو عموماً درازیٔ سن اور جسمانی قوت کے انحطاط اور افسردگی جذبات کی وجہ سے عظیم الشان کارناموں سے سادہ رہتا ہے اگر اس میں کچھ رنگ بھر جائے اور رنگ بھی ایسا جو بہت گہرا اور پائدار ہو، تو زندگی کا خاتمہ ایک ابدی سکون اور دائمی مسرت کے ساتھ ہو۔

خالد بن ولید کو ملکی فتوحات میں شہرت ہے، اور ان کی زندگی کا بڑا حصہ میدان جنگ میں گزرا تھا۔ ان کے نفسیات سپاہیانہ سانچے میں ڈھل چکے تھے۔ ان کو اپنی عادی و سادی موت بیرنگ معلوم ہوتی تھی۔ یہ ان کو بستر پر مرنا بہت ناگوار تھا۔ مرتے وقت ان سے یہ پر حسرت الفاظ سنے گئے: ''میں نے تقریباً سولڑائیوں میں حصہ لیا۔ میرے جسم میں ایک بالشت جگہ بھی باقی نہیں جس پر تلوار یا نیزہ کا کوئی زخم نہ ہو اور اس وقت میں بستر مرگ پر یوں جان دے رہا ہوں جیسے اونٹ مرتا ہے۔ اللہ بزدلوں کو آرام کا سونا نصیب نہ کرے۔''

(اسد الغابہ ابن اثیر جزری ج ۲ ص ۴۰۴ و معارف بن قتیبہ ص ۹۰)

خواہ مادی نقطۂ نظر ہو یا روحانی نصب العین، انجام کا خیال ہر دل و دماغ کو پریشان رکھتا ہے۔ ایک مادی انسان اپنے انجام کے ساتھ مادی وجاہتوں کو دیکھنا چاہتا ہے اور ایک روحانی انسان کے لئے انتہائی مسرت یہ ہے کہ اس کے نفس کا آخری تار جب ٹوٹے تو یاد الٰہی اور رضائے الٰہی کے دریا میں ڈوبا ہوا ہو۔

جناب سوید بن عمرو کے مذاقِ زندگی سے ہم کسی قدر واقف ہیں۔ جہاد و عبادت، یہ دو وصف ان کی کتاب زندگی میں نمایاں جگہ رکھتے ہیں۔ امام حسینؑ کے جہاد نے ان دونوں لذتوں کو یکجا کر دیا۔ جناب سوید کو اب محراب عبادت میں وہ کیف نہیں ملتا ہوگا جو میدان جہاد سے ہٹنے کے بعد انہیں مراقبہ وخلوت میں مل رہا تھا۔ اب ان کی نگاہِ معرفت ایک روشن مستقبل دیکھ رہی ہوگی جس میں ان کو انجام زندگی نہایت مقدس و پاکیزہ، بلند اور قابل فخر ورشک نظر آرہا ہوگا۔

تاریخ نے تو تفصیلات بتائے نہیں لیکن چند لفظیں اکثر حقائق کے وہ دفتر اپنے دامن میں لئے ہوتی ہیں کہ ان سے بڑی بڑی تاریخی مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔

جناب سوید کی زندگی کے آخری لمحات سے جو عظمت وابستہ ہے اس کو اگر ہزاروں سال کی زندگی پر تقسیم کیا جائے تو اس میں بھی رونق و جمال و دلکشی پیدا ہو جائے۔

جس طرح تمام انصارِ امامؑ نے وفاداری، دینی حرارت، شہامت نفس، شجاعت و جرأت کے معجزے دکھائے، اسی طرح جناب سوید نے بھی دشمنوں کو اپنی ایمانی قوت وسطوت سے خوب لرزہ براندام کیا۔

دادِ جہاد دے کر آخر زخمی ہو کر گر پڑے۔ دشمنوں کو بلکہ اپنوں کو ان کی موت کا پورا پورا یقین ہو گیا تھا۔ طبری نے ''زہیر بن

عبدالرحمن بن زہیرؓ کی زبانی ایک روایت نقل کی ہے جو خود جناب سویدؓ کے قبیلہ کے ایک فرد تھے۔ امام حسینؑ کے اصحاب میں جو آخری شخص باقی رہ گئے تھے وہ سوید بن عمرو بن ابی مطاع خثعمی تھے۔ (طبری ۲۵۶/۶ مطبوعہ مصر)

معلوم ہوتا ہے کہ ان کی پیرانہ سالی کی وجہ سے امامؑ ان کو جہاد کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ جب سب انصار امامؑ کے درجۂ شہادت پر فائز ہو گئے اور بشر حضرمی نے بھی جام شہادت پی لیا تو جناب سویدؓ نے امام سے جہاد کے لئے شدید اصرار کیا۔ امام کو آخر اذن جہاد دینا پڑا۔ جناب سویدؓ میدان جہاد میں گئے رجز پڑھا۔ یہ رجز نئی زندگی کی تمناؤں اور دلکش آرزوؤں سے کس قدر لبریز ہیں:۔

اقدم حسین الیوم تلقی احمدٰ
و شیخک الخیر علیا ذا الندیٰ
و حسنا کالبد روافی الاسعدا
وعمک القرم الهجان الاصیدا
وحمز لیث الا له الا سدا
فی جنة الفردوس نعلو صعدا

(کچھ لوگوں نے اس رجز کو سعید بن عبداللہ حنفی کے نام سے لکھا ہے، مقتل الحسین ابوالموید معفق بن احمد مکی اخطب خوارزم ۵۶۸ھ، ج ۲ ص/ ۲۰ مطبوعہ نجف ۱۹۴۸ء)

''حسینؑ آیئے آج جنت الفردوس میں احمدؐ سے ملاقات کریں اور آپ کے بزرگ علیؑ اور باہوش حسنؑ اور آپ کے سردار ونجیب چچا سے اور اسداللہ حمزہ سے ملاقات کریں۔''

پھر جنگی مہارت اور دینی جوش وخروش کے جوہر دکھا کر زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑے اور سب کو ان کی موت کا یقین ہو گیا۔ یہ خون میں نہائے ہوئے ہیں، تیغ وسنان کے زخموں سے ان کا جسم چھلنی ہے۔ کربلا کی گرم ریت ان کے زخموں میں نشتر کا کام کر رہی ہوگی۔ زخم کی اتنی شدید تکلیف ہے کہ غش سے ان کی آنکھیں بند ہیں۔ زندگی جسم میں یوں چھپی ہوئی ہے جیسے کوئی چھوٹی سی چنگاری راکھ میں دبی ہوئی ہو۔ انہیں کیا خبر کہ انہوں نے جس خانوادہ کی حفاظت کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بھی صرف کر دیا تھا، اور جس کی بقا کی تمنا نے تیغ وسناں کو ان کی نظر میں باغ وبہار بنا دیا تھا، وہ ایک ایک کر کے آب شمشیر سے اپنی پیاس بجھا کر موت کی نیند سو گئے۔ سقائے حرم عباسؑ، شبیہ پیغمبر علی اکبرؑ، قاسمؑ وعونؑ۔ یہاں تک کہ شیر خوار بلکہ ماہ امامت نور دیدۂ رسالت حسینؑ بن علیؑ یہ سب کے سب کس بیدردی سے قتل کیے گئے۔

قدرت نے انصارِ حسینؑ کے دعوے کی تصدیق کے لئے اور امام حسینؑ کی حقیقت رس نگاہ اور قوت انتخاب وفیصلہ کی داد دینے کے لئے اور ان کے اصحاب کے متعلق حضرت کی رائے کی قیمت بتانے کے لئے ایک پیرانہ سال عابد شب زندہ دار کے پہلو میں زندگی کو اپنا راز بنا کر رکھا۔ جب امامؑ شہید ہو گئے، فتح کے شادیانے بجنے لگے، اور قتل الحسین علیہ السلام کی آواز بلند ہوئی، کہیں یہ آواز اس نیم جان کے کانوں میں پہنچ گئی۔ ضعیف و مجروح مجاہد کے جسم میں جان آ گئی، سوید چونک پڑے۔ ان کے عقیدے کے کان یہ آواز کہاں سن سکتے تھے؟!

ابھی تھوڑی دیر کا واقعہ ہے جب امام حسینؑ نے نماز ظہر کے لئے دشمن سے اجازت مانگی تھی، اور حسین ابن تمیم نے یہ گستاخی کی تھی (معاذ اللہ) 'نماز پڑھنا ہو تو پڑھ لو لیکن وہ قبول نہیں۔' جناب حبیبؓ بن مظاہر اس کی اس جرأت کو برداشت نہ کر سکے اور اس سلسلہ میں ان کی شہادت ہو گئی۔ جب امامؑ کے اصحاب حضرت سے گستاخی و بے ادبی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے تو ''جناب سوید'' یہ کہاں سن سکتے تھے کہ امام شہید ہو گئے۔ جناب سوید بے ساختہ اٹھ کھڑے ہوئے، زندگی کی چنگاری شعلہ بن گئی، جوش انتقام میں انہوں نے دشمن فوج پر حملہ کرنا چاہا۔

ان کے زخمی ہو کر گر پڑنے کے بعد ان کی تلوار پر تو دشمن کا قبضہ ہو ہی چکا تھا وہ جوشِ عقیدت اور فن سپہ گری کا کمال دکھائیں تو کیوں کر؟ انہوں نے اپنے موزے میں ایک چھری چھپا رکھی

تھی ، اس سے کام لیا۔ دشمن پر شیر غضبناک کی طرح حملہ آور ہو گئے۔ دیر تک فوج کو پسپا کرتے رہے ۔ بڑی مشکل سے دو شخص ان پر قابو پا سکے۔ عروہ بن بکار تغلبی اور زید بن ورقاء جہنی نے آپ کو قتل کیا ۔(طبری ص۲۶۰/۶)۔ (ابن اثیر ۴/۸۴ میں کاتب نے قاتل کے نام میں تصحیف کر دی ہے)زیارت رجبیہ میں ہے السلام علی سوید مولی شاکر۔

احد کے انس اور کربلا کے سوید:۔ جنگ احد میں جب ایک مشرک نے نعرہ لگایا ''محمدؐ قتل ہو گئے'' اس نعرے سے مسلمان فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ کسی نے پہاڑ کا راستہ لیا، کسی نے جنگل کی راہ لی۔ انس بن نضر نے بعض سر برآوردہ صحابہ کو مہاجرین و انصار کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ان سے پوچھا : آپ یہاں کیسے بیٹھے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا: کیا کریں؟ رسولؐ اللہ قتل ہو گئے انس نے کہا: پھر ان کے بعد تم جی کر کیا کرو گے ؟ اٹھو! جس دین کی حفاظت کے لئے رسولؐ نے جان دی تھی تم بھی اس کے لئے مر جاؤ۔'' یہ کہہ کر انسؓ نے فوج دشمن پر حملہ کیا۔ لڑتے لڑتے خود بھی شہید ہو گئے۔ (ابن ہشام)

اس موقع پر جاں نثاری اور وفاداری میں انسؓ نے ایک بے نظیر شخصیت بنائی۔ جناب سویدؓ اس راہ میں جناب انسؓ سے دو قدم آگے ہیں۔ جناب سویدؓ نے دوبارہ زندگی کو دعوت دی، اور پھر اسے راہ خدا میں قربان کر دیا۔ جناب سویدؓ کا واقعہ شہادت اتنا سادہ نہیں جتنا تاریخ کے مختصر الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔

دشمن فتح کے شادیانے بجا رہا ہے، فتح کی خوشی نے غفلت و بدمستی کی فضا تیار کر دی ہے۔ دفعۃً کشتوں میں ایک بوڑھا زخموں سے چور چور مردہ اٹھتا ہے اور حملہ آور ہوتا ہے۔ یقیناً اس وقت ساری قوم میں کھلبلی مچ گئی ہوگی ، ہوش وحواس جاتے رہے ہوں گے ، دہشت و ہراس کا قبضہ ہوگا۔ چند لمحوں میں معلوم نہیں کیا کیا خیالات ،کیسی کیسی افواہ اڑ گئی ہوگی۔ گھبرائی ہوئی فوج پر جناب سوید کے حملے ٹھیک نشانے پر بیٹھ رہے ہوں گے۔

کچھ دیر کے بعد جب دشمن کے حواس درست ہوئے ہوں گے، تو حملہ آور کی گرفتاری کی فکر ہوئی ہوگی ، لیکن تاریخ سے کہیں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ جناب سوید زندہ گرفتار کر لئے گئے۔ خیال ہوتا ہے کہ دشمن کو کافی نقصانات کا سامنا ہوا۔ آخر میں دو آدمیوں نے مل کر کسی طرح ان پر قابو پایا۔

اس واقعہ کو کس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے؟ کیا اس لحاظ سے کہ اصحاب امام حسینؑ نے جو کہا تھا اس میں مبالغہ نہ تھا بلکہ سوید کے فعل نے اسے ثابت کر دیا کہ وہ جواب جو مسلم بن عوسجہؓ نے امام کے خطبہ کا انصار کی طرف سے دیا تھا جس میں امام نے سب کو اجازت دی تھی کہ وہ جہاں چاہیں چلے جائیں ،کل انصار کے دل کی آواز تھی۔ جناب مسلم بن عوسجہؓ نے کہا تھا:

''ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں تو خدا کے سامنے آپ کے ادائے حق کے بارے میں کیا عذر کریں گے؟ قسم بخدا ایسا نہ ہوگا ، یہاں تک کہ ہم اپنے نیزوں سے اس قوم کے سینے نہ زخمی کریں اور جب تک تلوار کا قبضہ میرے ہاتھ میں ہے تلواروں سے ان کے گلے نہ کاٹیں۔ اور اگر میرے پاس کوئی حربہ نہ ہوا تو پتھروں سے مار کے سہی مگر جنگ کروں گا۔ قسم بخدا! ہم آپ کو نہ چھوڑیں گے یہاں تک کہ ہمارا خدا جان لے کہ ہم نے رسولؐ کے پیچھے آپ کی کیسی حفاظت وحمایت کی ۔ قسم بخدا اگر ہمیں معلوم ہو کہ ایک مرتبہ قتل ہونے کے بعد پھر زندہ کئے جائیں گے، پھر جلا ڈالیں گے، پھر ہوا میں ہماری خاک اڑا دی جائے گی اور اسی طرح ستر مرتبہ ہوگا، تب بھی آپ سے جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ آپ کے سامنے موت آئے۔ پھر ہم کیوں کر نہ آپ کی حمایت میں جان دیں حالانکہ یہ ایک مرتبہ کا قتل ہونا ہے اور بعد میں اس کے وہ کرامت و بزرگی ملے گی جس کی کبھی انتہا نہ ہوگی۔

زہیر بن قینؓ نے کہا کہ ہزار مرتبہ اگر ہم قتل کئے جائیں تب بھی منہ نہ موڑیں گے۔

جناب سویدؓ نے اسے سچ کر دکھایا۔ وہ جب ایک بار حوصلہ جہاد پورا کر کے زخموں سے چور ہو کر گرے تو انہوں نے گویا موت کی لذت چکھ لی ۔ اب اس عقیدہ کی مسیحانفسی کے سوا اور کیا کہا

جائے کہ نیم مردہ تن میں دوبارہ جان آ گئی۔ اور وہ مجبور جو سسک نہیں سکتا جس کی نبضیں بیٹھ چکیں تھیں اور نفس کی آمد و شد بند تھی۔ دوبارہ لباس پیری کی آستینوں کو الٹ کر دیر تک صرف ایک چھری سے دشمن کے چھکے چھڑا دیتا ہے۔ اور وفاداری، عشق، فضیلت، جذبۂ دین کا ایک بلند معیار قائم کر دیتا ہے جس کی تاریخ میں نظیر نہیں۔ اور آج صدیوں کے بعد بھی جس کی کوئی مثال پیدا نہیں ہوئی۔

یا میں اس واقعہ کو اس نقطۂ نظر سے دیکھوں کہ امامؑ نے اپنے اصحاب کے متعلق جو الفاظ فرمائے تھے 'بخدا مجھے علم نہیں کہ دنیا میں کسی کے اصحاب میرے اصحاب سے زیادہ باوفا اور ان سے بہتر ہوں، اور نہ مجھے کسی کے عزیز معلوم ہیں، جو میرے عزیزوں سے زیادہ حق شناش اور فرمانبردار ہوں' سوید کی دوبارہ شہادت نے ثابت کر دیا کہ اصحاب امام اس تحسین وثنا کے پوری طرح مستحق تھے۔

امامؑ نے یہ الفاظ کسی فوجی ہمت افزائی کے خیال سے نہیں کہے تھے، بلکہ یہ امام کا عقیدہ تھا اپنے پاکباز و بے نظیر ماموم کے متعلق۔ جناب سوید کے فعل نے امام کے ارشاد کے لئے ایک عملی ثبوت مہیا کر دیا جناب سویدؔ اپنی آنکھوں میں جو منظر لے کر جنت میں گئے اور اپنے حافظہ میں جو تصویر لے گئے وہ کربلا کا انتہائی دردناک واقعہ ہے۔ انصار و اعزاء امامؑ، بدر و حنین کے غازی، محراب و منبر کی رونق، دین خدا کے حافظ، بچے، جوان بوڑھے، نبیؐ کی تصویر، علیؑ کا مجسمہ، سب کے سب خاک و خون میں لتھڑے ہوئے بے جان پڑے ہوئے ہیں۔ خیموں میں آگ لگی ہوئی ہے۔ فتح وظفر کے شادیانے بج رہے ہیں۔ اہل حرم **وا حسینا و احسینا** کہہ کر امام کا ماتم کر رہے ہیں۔

یہ جان فرسا منظر جناب سویدؔ نے دیکھا۔ وہ اس کی تاب نہ لا سکے۔ اس ہولناک منظر نے ان کے جسم میں توانائی پیدا کر دی، اور وہ اس جوش و خروش سے حملہ آور ہوئے، گویا نہ وہ پیرانہ سال تھے، اور نہ ان کے جسم میں کوئی زخم لگا تھا۔ شمع امامت کا یہ آخری پروانہ تھا، جس نے شمعِ کشتہ پر اپنی جان فدا کر دی۔

(سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن، لکھنؤ نمبر ۲۸۲ محرم ۱۳۹۷ھ)

(بقیہ صفحہ ۱۰ / .... تعزیہ داری کی مخالفت کا اصلی راز)

.... ان کو اگر کسی نے وہابی کہہ دیا تو برافروختہ ہو جاتے ہیں مگر واقعیت یہی ہے ورنہ ہندوستان میں ان کے علاوہ وہابی جماعت ہم کو دکھلا دی جائے۔

مسلمانو! ہوشیار ہو

عرب کی مثل ہے: "اَلْكَبِيْرُ يَنْمِيْ عَنِ الصَّغِيْرِ" وَقَدْ يَنْمِيْ عَنْ لَقْسَبِ اللُّبَانِ۔ ہمیشہ چھوٹی بات بڑی بات کا پیش خیمہ ہوا کرتی ہے۔

تعزیہ داری کی مخالفت اسی اصول پر مبنی ہے کہ تعزیہ جو نقل مشہد ہے اس کا وقار سبک ہونے کے بعد اصل مشاہد پر حملہ کی جرأت ہو سکے۔ واقعات کے تلخ تجربہ نے تم کو اس گروہ کے باطن پر آگاہ کر دیا ہے اور معلوم ہو گیا ہے کہ اس جبّہ و دستار کے اندر کیسے کیسے اسلام کے ہلاک کن زہر مضمر ہیں۔ معاملہ فہمی سے کام لو اور مسلمان صورت وہابی افراد کے دام تزویر میں نہ آؤ۔ رسولؐ کے پیارے نواسے حسینؑ نے اپنی جان اسلام پر نثار کر دی ہے۔ مسلمانوں کا سب سے بڑا فرض ہے کہ ان کی یادگار قائم رکھیں۔ اس میں خدا کی خوشی ہے، رسوؐل کی مرضی ہے، ایک مظلوم کی مواسات اور ہمدردی ہے، اسلام پر قربانی کی ایک عظیم تعلیم اور عالم کے بہترین ایثار کی ایک سچی تصویر ہے۔ مسلمان حسینؑ کے احسان مند ہیں، اور اس بار سے سر نہیں اٹھا سکتے۔

شاہ است حسینؑ و بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ و دین پناہ است حسینؑ
سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

یہ مقالہ مجلّہ 'سرفراز' لکھنؤ محرم نمبر ۱۳۴۶ھ (۱۹۲۷ء) میں شائع ہونے کے بعد محرم ۱۳۸۳ھ (۱۹۶۳ء) میں امامیہ مشن لکھنؤ کے ذریعہ رسالہ کی صورت میں (سلسلہ نمبر ۳۸۲) طبع ہوا۔

❁❁❁